قرآن مجید اور کائنات

Mernepath رمیسس II کا بیٹا تھا۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا فرعون تھا اس کی لاش انیسویں صدی کے آخر میں دریافت ہوئی۔ تحقیقات سے اس کے جسم پر نمک کے اثرات ملے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ سمندر میں ڈوبنے سے ہلاک ہوا۔ مزید یہ کہ اس کے ناک کا کچھ حصہ مچھلی نے کھایا ہوا ہے۔ اس کی لاش انیسویں صدی کے آخر میں دریافت ہوئی مگر اس کی خبر ۱۴۰۰ سال پہلے ہی قرآن نے دے دی تھی۔

" اور ہم بنی اسرائیل کو سمندر سے پار گزار لے گئے۔ پھر فرعون کے لشکر نے ظلم اور زیادتی کی غرض سے ان کا پیچھا کیا۔ حتیٰ کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو بول اٹھا میں نے مان لیا کہ خداوند حقیقی اس کے سوا کوئی نہیں ہے جس پر نبی اسرائیل ایمان لائے اور میں بھی اطاعت کرنے والوں میں سے ہوں۔ (جواب دیا گیا) اب ایمان لاتا ہے ! حالانکہ اس سے پہلے تک تو نافرمانی کرتا رہا اور فساد برپا کرنے والوں میں سے تھا۔ اب تو ہم صرف تیری لاش ہی کو بچائیں گے تاکہ تو بعد کی نسلوں کے لئے نشان عبرت بنے۔ بیشک بہت سے لوگ ایسے ہیں جو ہماری نشانیوں پر توجہ نہیں کرتے۔ "

سورہ ۱۰ (یونس) آیت ۹۰ ۔ ۹۲

قرآن حکیم میں اس قسم کے متعدد بیانات (Test of falsefication) موجود ہیں۔

کیا جدید سائنس نے ورثے میں ملے ہوئے عقیدے کے طور پر نہیں بلکہ شعوری طور پر یہ یقین کرنا آسان نہیں کر دیا کہ اس کائنات کو بنانے والی ایک ذی شعور ہستی موجود ہے ؟ اور قرآن اس کا پیغام ہے جو اس نے ہماری راہنمائی کے لئے ہم تک پہنچایا ہے۔ وگرنہ جن حقائق سے پردہ اب اٹھ رہا ہے ' ان کی خبر نہایت صاف اور واضح الفاظ میں چودہ سو سال پہلے کی کسی پرانی کتاب میں کیسے موجود ہے۔ اور ان حقائق کو ثابت کرنے کے لئے اس کتاب کی آیات کو کھینچ تان کر Interpreation نہیں کی گئی ' اس بات کی تصدیق بغیر کسی تردد کے ہو سکتی ہے۔ کیونکہ بائیبل کے برعکس قرآن ایک زندہ زبان میں ہے جسے تقریباً ۲۰ کروڑ انسان بولتے ہیں اور بے شمار دوسرے اگر بولتے نہیں تو لکھ پڑھ اور سمجھ سکتے ہیں۔

یہ سائنسی علم جو انسان نے صدیوں کی مشقتوں اور تحقیق کے بعد حاصل کیا ہے ' کیسے ممکن ہے کہ چودہ سو سال پہلے کا کوئی انسان اس کا ادراک کر لے اور پھر اسے دنیا کے سامنے ایسی کتاب کی صورت میں پیش کرے جس کے متعلق اس کے مصنف کا چیلنج ہے کہ اس کی کوئی بھی Statement کسی بھی زمانہ میں غلط ثابت نہیں کی جا سکتی۔

ذرا غور کریں ! کیا کوئی بھی انسان چاہے اس زمانے کا آئن سٹائن اور نیوٹن ہو یا گزرے زمانے کا ارسطو ' بطلیموس ' یا افلاطون ' دنیا جہاں کے موضوعات مثلاً

Enbrology ' Zology ' Astronomy ' Cosmology ' Psychology

Geophysic ' Botony وغیرہ وغیرہ کے متعلق صدیوں بعد کی ڈویلپمنٹ Pre - empt کر کے اپنی کتاب میں ایسے چیلنج کے ساتھ پیش کر سکتا ہے ؟ ہم جتنا بھی اس موضوع پر غور کر لیں اس کی کوئی انسانی توجیح ممکن نہیں۔ ماسوائے اس کے کہ یہ اس ہستی کا پیغام ہے جو ہمیشہ سے موجود ہے۔

" ہم انہیں اپنی نشانیاں (Horizons) میں اور ان کی اپنی ذات میں دکھاتے جائیں گے۔ یہاں تک کہ ان پر بالکل واضح ہو جائے گا کہ یہ (قرآن) سچ ہے۔ "

سورۃ (حم السجدہ) آیت ۵۳

کیا ہم تعلیم یافتہ لوگ اس لحاظ سے خوش نصیب نہیں کہ ہم اپنے علم کے ذریعے دو اور دو چار کی طرح اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ اگر چودہ سو سال پیشگی دی گئیں قرآن کی یہ خبریں درست ہیں تو وہ خبریں بھی یقیناً درست ہیں جو اس وقت ہمارے حواس کے دائرے میں نہیں آ رہی ہیں ؟

قرآن خبر دے رہا ہے کہ جنت اور جہنم واقعتاً ہیں ' یہ محض استعارے نہیں' قرآن خبر دے رہا ہے کہ سزا جسمانی ہو گی اور جزا بھی جسمانی ہو گی۔ قرآن خبر دے رہا ہے کہ وہاں ہم سب باقاعدہ ایک دوسرے سے مل سکیں گے ' ایک دوسرے سے بات چیت کر سکیں گے ' حتیٰ کہ جنتی اور جہنمی بھی ایک دوسرے سے رابطہ کر سکیں گے۔

قرآن خبر دے رہا ہے کہ اے انسانوں یہ دنیا تمہارا گھر نہیں بلکہ Place of duty ہے '

اسے گھر سمجھ لو گے تو مارے جاؤ گے۔ یہ زندگی تو محض تھوڑی دیر کی آزمائش اور امتحان ہے اور اس امتحان کا مقصد کیا ہے۔ اسے واضح کرنے کے لئے سورۃ الملک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

؟ وہی ہے وہ جس نے زندگی اور موت کا سلسلہ تخلیق کیا تاکہ وہ جانچے کہ تم میں سے عمل کے اعتبار سے کون بہتر ہے۔" سورۃ (الملک) آیت ۲

قرآن ہی خبر دے رہا ہے کہ اصل زندگی تو پردے کے پیچھے آخرت کی زندگی ہے جس میں جزا و سزا باقاعدہ جسم کے ساتھ ہو گی۔ جو کامیابی کی صورت میں جنت (Gardens) میں ہمیشہ ہمیشہ کی راحت اور خسارے کی صورت میں کروڑوں ' اربوں ' کھربوں سال کی ذلت اور ایسی درد ناک سزا ہو گی جس کا قرآن حکیم میں بیان پڑھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ' قرآن بتاتا ہے کہ یہ کوئی ڈراوے یا استعارے نہیں بلکہ ایسا ہو کر رہے گا اور اس سزا کا مستحق انسان خود اپنے ہی ہاتھوں اللہ تعالیٰ کے پیغام کے مطابق زندگی نہ گزارنے کی صورت میں بن جاتا ہے۔ قرآن کے مطابق تمام نوع انسانی میں عدل و انصاف صرف اس صورت میں ممکن ہے جب کہ ہر فرد اس کے بیان کئے ہوئے طریقوں پر چلے۔ اللہ تعالیٰ ہم سے کھانے کے لئے تو نہیں مانگتا ' وہ تو ہمیں خود دیتا ہے۔

" میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے بنایا کہ وہ میری عبادت کریں۔ میں ان سے رزق نہیں مانگتا ' نہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلایا کریں۔ اللہ سب کو رزق دینے والا اور مضبوط قوت والا ہے۔ " (سورہ ۵۱ (ذاریات) آیت ۵۸ ۔ ۵۶

یہ نظام جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہے اسے قائم رکھیں گے تو نسل انسانی میں سے کسی پر ظلم نہ ہو گا وگرنہ فساد ہی فساد ہو گا جیسا کہ آج کل دنیا میں ہے۔

" بحر و بر میں ہر جگہ انسانوں کی کرتوتوں کے باعث فساد چھا گیا۔ " سورہ (روم) آیت ۴۱

جنت اور جہنم کا ویزا تو انسان حقیقتاً" اس دنیا ہی سے لے کر جاتا ہے۔ روز محشر صرف

ہماری زندگی کی وڈیو فلم (جو تیار کی جا رہی ہے) سب کے سامنے دکھا دی جائے گی تاکہ خود ہمارے علاوہ دوسروں پر بھی انصاف کا واقع ہونا بالکل واضح ہو جائے گا۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ جہنم تو ایک صفائی خانہ ہے۔ غلط طریقے سے زندگی گزارنے کے نتیجے میں جو گند انسان اپنے ساتھ اس دنیا سے لے جاتا ہے' اس کی صفائی صرف جہنم ہی میں ممکن ہے۔ دھوبی کپڑے کوٹتا پٹختا ہے' اسے آگ پر چڑھاتا ہے' اسے کپڑے سے تو کوئی دشمنی نہیں ہوتی اس Process سے مقصود تو وہ گندگی دور کرنی ہوتی ہے جو کہ کپڑوں میں ہوتی ہے۔ اب اس صفائی میں گندگی کے تناسب سے کروڑوں' اربو' کھربوں سال بھی لگ سکتے ہیں۔ کیونکہ وہاں کے پیمانے ہماری دنیا کے مقابلہ میں بہت بہت بڑے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ انسان آسانی سے ان سب چیزوں کا یقین کرنے والا نہیں۔ لہٰذا وہ قرآن میں بار بار نہایت منطقی اور سائنٹیفک طریقہ سے انسان کی توجہ کائنات میں موجود اپنی نشانیوں کی طرف دلاتا ہے تاکہ انسان جان سکیں کہ وہ ہر چیز کو صرف اپنے پیمانوں سے ناپ تول نہیں سکتے۔

کیا ہم نے کبھی غور کیا ہے کہ ہماری زمین جو ہمیں اتنی وسیع اور عریض نظر آتی ہے' کائنات میں اس کی حیثیت سمندر میں ایک قطرے سے بھی بہت کم ہے' ویسے تو ہماری زمین کا قطر (Diameter) ۷ ہزار ۹ سو ۱۸ میل ہے' یہ اپنے مرکز کے گرد ۱۰۰۰ میل فی گھنٹہ اور خلا میں سورج کے گرد ۷۰ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گھوم رہی ہے۔ یعنی ہم جتنی دیر میں ایک وڈیو فلم دیکھتے ہیں یہ ہمیں لے کر ڈیڑھ سو میل طے کر جاتی ہے اور وہ بھی اس طرح کہ ہمارے سر کا ایک بال نہیں ہلتا۔

ہمارا سورج جسے ہم ہر روز دیکھتے ہیں اور جو ہمیں ایک معمولی سے Ball کی طرح دکھائی دیتا ہے ہماری زمین سے ۱۴ لاکھ گنا بڑا ہے اور یہ بھی خلا میں ۷ لاکھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کر رہا ہے۔ ہمارا یہ سورج باوجود اپنے اس عظیم حجم کے' ہماری گلیکسی جسے ہم کہکشاں کہتے ہیں' کا ایک چھوٹا سا ستارہ ہے۔ ہماری یہ گلیکسی بھی ساکن نہیں بلکہ یہ بھی ۲۱ لاکھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے خلا میں سفر کر رہی ہے۔ ہماری اس کہکشاں میں سورج کے علاوہ ایک کھرب ستارے اور بھی ہیں جن میں بعض ستارے سورج سے کروڑہا گنا بڑے ہیں۔ مثلاً ستارہ Antares سورج سے تقریباً چھ کروڑ گنا بڑا ہے' ۵ ہزار گنا زیادہ روشن اور ۳۰۰ نوری سال یعنی

Light year دور ہے۔

اسی طرح ایک اور ستارہ Betelgeuse ہے ' جو Antares سے بھی بڑا ہے ' سورج سے ۱۷ ہزار گنا زیادہ روشن اور ۲۷۰ نوری سال دور ہے۔ اس سے پانچ کروڑ میل بلند شعلے اٹھتے ہیں جو دور بین کی مدد سے دیکھے جا سکتے ہیں جن کی بے انتہا خوفناک اور دہشت ناک شکل اللہ تعالیٰ کی قوت جلالی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ اگر ان ستاروں کو سورج کی جگہ رکھ دیا جائے تو ہماری دنیا بلکہ ہمارے Solar System سوائے آگ کے کچھ نہ ہو۔ Auriga اور W. Cephei ہماری گلیکسی کے اور بھی بڑے ستارے ہیں۔ انسان ان اجرام فلکی کے حجم ' چمک اور رفتار کے تصور سے کانپ جاتا ہے ان کی تخلیق کے متعلق سوچنے لگیں تو عقل ساتھ نہیں دیتی ' ذرا فاصلوں پر غور کریں ! اگر ہم روشنی کی رفتار جو کہ ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے ' سے سفر کریں تو بھی اپنی ساری زندگی میں ان تک نہیں پہنچ سکتے۔

یہ تمام ستارے رات کے کسی حصے میں آسمان پر چمکتے دیکھے جا سکتے ہیں چونکہ ہمیں ان کی عظمت کا علم نہیں لہٰذا وہ ہمارے لئے محض ایک معمولی سا نقطہ ہوتے ہیں۔

علم کی فضیلت اس بات سے واضح ہوتی ہے کہ سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے جو حکم انسانوں کو دیا گیا وہ علم کا حاصل کرنا تھا کیونکہ علم کے بغیر نہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا ہمیں پتا چل سکے گا اور نہ ہم اس کی صحیح معرفت حاصل کر سکیں گے نتیجتاً" اس سے اتنا ڈریں گے جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

" حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ " سورۃ ۳۵ (فاطر) آیت ۲۸

بہرحال یہ حقیقت تو صرف ہماری گلیکسی کے ایک کھرب ستاروں میں سے چند ایک کی ہے ' جس کے پیمانے بھی شائد ہماری محدود عقل میں آنے مشکل ہیں۔ اس سے آگے چلیں تو خود ہماری گلیکسی کا کائنات میں کوئی مقام نہیں۔ ہم اپنی گلیکسی کے علاوہ صرف آنکھ کی مدد سے مزید تین کہکشائیں (Galaxies) دیکھ سکتے ہیں۔ ان میں ایک لاکھ Andromade ہے جو ہم سے ۲۱ لاکھ ۸۰ ہزار نوری سال دور ہے اور ہماری کہکشاں سے ڈھائی گنا بڑی ہے مزید Clouds Megellanic میں سے پہلا ہم سے ایک لاکھ ستر ہزار نوری سال دور ہے اور دوسرا دو لاکھ

نوری سال دور ہے۔ ان کے علاوہ کھربوں اور بھی کہکشائیں ہیں جو صرف آنکھ سے دیکھی نہیں جا سکتیں بلکہ ان کے درمیان فاصلے ہزاروں لاکھوں Light year کے ہیں۔ اور یہ تمام کہکشائیں ساکن نہیں ہیں بلکہ اپنے مرکز کے گرد گھوم بھی رہی ہیں اور ساتھ خلا میں چل بھی رہی ہیں۔ ان میں سے بعض کی رفتار کروڑہا میل فی گھنٹہ ہے اور یہ ہم سے کروڑوں اربوں نوری سال دور ہیں۔ ان لاتعداد کہکشاؤں کے گھومنے اور ناقابل تصور رفتار سے خلا میں سفر کرنے کا جادوئی منظر طاقتور دوربینوں سے Deep space میں دیکھا جا سکتا ہے سائنس دان کہتے ہیں کہ اگر ہم اپنی دوربینیں لے کر اس فاصلے کے آخر پر پہنچ جائیں تو بھی یہی نظارہ ہو گا اور اس سے آگے بھی یہی نظارہ ہو گا کیونکہ اس کائنات میں لگا تار وسعت ہو رہی ہے۔ انسانی علم ترقی کرتے کرتے اس صدی میں پہنچ کر یہ چیزیں بیان کرنے کے قابل ہوا ہے مگر قرآن حکیم نے چودہ سو سال پہلے ہی یہ اطلاع ہمیں دے دی تھی۔

"اور آسمانوں کو ہم نے اپنے زور سے بنایا اور یہ ہم ہیں جو اسے وسیع کر رہے ہیں۔" سورۃ (ذاریات) آیت ۴۷

یہ ہے اس کائنات کے پیمانوں کا ہلکا سا عکس! جو انسان بھی اس بے پایاں قوت، متحیر کن رفتار اور نور کے سیلاب پر غور کرے گا تو یقیناً وہ پکار اٹھے گا۔

"اے ہمارے رب تونے یہ (کائنات) بے مقصد پیدا نہیں کی تو پاک ہے سو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔" سورۃ (آل عمران) آیت ۱۹۱

اور انسان کو اپنی زندگی اور یہ دنیا مصنوعی سی لگنے لگے گی اور اس کا دل کانپنے لگے گا اور اس کے لئے یہ یقین کرنا قطعاً مشکل نہ رہے گا کہ اصل زندگی واقعی پردے کے پیچھے آخرت کی زندگی ہے، جسے ممکن بنانے والا کوئی ہماری طرح کا انسان نہیں بلکہ وہ ہستی ہے جس نے یہ عجوبہ کائنات بنائی ہے۔ سورۃ نازعات میں اللہ تعالیٰ انسان سے سوال پوچھتے ہیں۔

"کیا تمہیں (دوبارہ) بنانا مشکل ہے یا اس کائنات کو جسے ہم نے بنایا ہے"

سورۃ ۷۹ (نازعات) آیت ۲۷

اس سوال کا جواب کوئی بھی انسان جسے اللہ کے ہونے کا یقین ہے 'کیا دے سکتا ہے سوائے اس کے کہ اللہ واقعی تیرے لئے میرا دوبارہ بنانا مشکل نہیں۔ مگر یہ جواب دینے سے پہلے اسے اس کائنات کے بارے میں علم حاصل کرنا بہت ضروری ہے ' وگرنہ اسے ہمیشہ اپنا دوبارہ پیدا ہونا ہی مشکل نظر آتا رہے گا۔

اور مشکل کیونکر نظر آتا ہے 'اس کا جواب اللہ دیتا ہے۔

(ا) "کہ وہ اللہ Evaluate نہ کر سکے جیسا کہ اسے Evaluate کرنے کا حق تھا" سورہ ۳۹ (الزمر) آیت ۶۷

(۲) " وہ اللہ کی قوت و قدرت کو جانچ نہ سکے جیسا کہ حق تھا بے شک اللہ وہ ہے جو زور آور ہے اور جو چاہے کر سکتا ہے۔" سورہ ۲۲ (حج) آیت ۷۴

اس طرح کے بے شمار سوالات ہیں جو اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں انسان سے کرتے ہیں۔ اب اگر ہم قرآن کا مطالعہ ہی نہیں کریں گے ' اپنا وقت ' اپنی توانائی اور سب سے بڑھ کر اپنی ذہانت صرف کر کے قرآن حکیم کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کریں گے (حالانکہ اپنا بزنس کاروبار اور دیگر معاملات دنیا حتیٰ کہ کھیل تک بھی یہ سب لگائے بغیر سمجھ نہیں آتے) تو کیسے پتہ چلے گا کہ اللہ ہم سے چاہتا کیا ہے ؟

اگر ہم اپنا وقت اور ذہانت اللہ کے پیغام کو سمجھنے کے لئے صرف نہیں کریں گے تو ہمیشہ ہمارا ایک ہی اعتراض ہو گا کہ قرآن سمجھ میں نہیں آتا۔ ہمیں ٹھنڈے دل سے اپنے آپ سے ایک سوال پوچھانا ہے کہ واقعی قرآن سمجھ میں نہیں آتا یا اصل بات یہ ہے کہ ہم اسی سمجھنا چاہتے ہی نہیں ؟

ہم پڑھے لکھے لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ ہم ورثے میں ملے رسمی عقیدے ' سنی سنائی باتوں اور فرقہ واریت ہی میں نہ پھنسے رہیں بلکہ حقیقت تک پہنچنے کے لئے قران حکیم کا بذات خود مطالعہ شروع کریں۔ ملاؤں کے دیئے ہوئے تصور ہی کو نہ لے کر بیٹھے رہیں کہ قرآن ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ منطقی طور پر ذرا سوچیں کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ جس ہستی نے انسان کو بنایا ہے اسے ہی پتہ نہیں کہ اسے کیسے سمجھانی ہے ' کیسے نصیحت کرنی ہے جو اس پر اثر

کرے۔

" وہ دلوں کا حال تک جانتا ہے۔ کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ؟ وہ تو باریک بیں اور ہر چیز سے باخبر ہے۔ " سورہ ٦٧ (الملک) آیت ١٤۔

١٣

اب بتائیں کیا ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کے اس Argument کا کوئی جواب ہے ؟ انسان کے ذہن میں جو سوالات اور تصورات ہوتے ہیں ان کا جواب بھلا کون سب سے بہتر طریقہ سے دے سکتا ہے ؟ ظاہر ہے وہی جس نے انسان کو بنایا ہے۔

" ہم نے اس قرآن کو یاد دہانی اور نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان بنا دیا ہے ، تو ہے کوئی اس سے نصیحت حاصل کرنے والا ؟ "

سورۃ القمر میں بار بار اللہ تعالیٰ انسان سے مخاطب ہو کر یہ فرما رہے ہیں۔ اب ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ قرآن کو راہنمائی کے لئے آسان بنایا گیا ہے اور دوسری طرف سنی سنائی باتیں ہیں کہ قرآن سمجھ میں نہیں آسکتا ہمیں غور کرنا ہے کہ ہم کس کی بات کو سچ سمجھیں۔ اللہ کی بات کو یا انسانوں کی بات کو جنہوں نے عموماً خود بھی اپنا وقت توانائی اور ذہانت قرآن حکیم کو سمجھنے کے لئے لگانے کی زحمت گوارا نہیں ہوتی۔ یعنی یہ اعتراض کہ قرآن سمجھ میں نہیں آتا ان کا ذاتی تجربہ Personal Experience نہیں ہوتا بلکہ انہوں نے بھی یہ باتیں کسی اور سے سنی ہوتی ہیں۔

" ہم نے لوگوں کو سمجھانے کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کا مضمون طرح طرح سے بیان کر دیا ہے لیکن پھر بھی اکثر لوگ ناشکری کئے بغیر نہیں رہتے۔ " سورہ ١٧ (بنی اسرائیل) آیت ٨٩

قرآن کے Student کو بارہا قرآن میں ایسی آیات ملیں گی جن سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ نے تو ہر چیز کھول کر بیان کر دی ہے تاکہ آخرت میں انسان کوئی عذر پیش نہ کر سکے گا۔ اگر اب بھی ہم اپنے انکار پر قائم رہیں جس کی اصل وجہ تو ہماری خواہشات نفس ہیں کمر ہمت باندھ کر اللہ تعالیٰ کے پیغام کو سمجھنے کی کوشش نہ کریں تو یہ خود کو دھوکہ دینے کے مترادف ہو گا اور اس کا نقصان کسی اور کو نہیں بلکہ خود ہمیں ہو گا۔

" جو شخص ہدایت کی راہ پر چلتا ہے اپنے ہی لئے چلتا ہے اور جو شخص بے راہ روی کرتا ہے اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ "

سورہ بنی اسرائیل آیت

" یہ قرآن تو صرف یاد دہانی ہے تمام جہانوں کے لئے۔ " سورہ یوسف آیت

" اللہ کی طرف سے روشنی آگئی ہے اور ایسی حق نما کتاب جس کے ذریعے اللہ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے طالب ہیں سلامتی کے طریقے بتاتا ہے۔ " سورہ المائدہ آیات

اب بھلا اس کتاب کو سمجھے بغیر ہمیں سلامتی کے طریقے کیسے معلوم ہو سکتے ہیں یا اسے صرف غلافوں میں لپیٹ کر رکھے رکھنے سے خود ہمارے گھروں میں اور دوسروں کے گھروں میں روشنی کیسے ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اندھیروں کو دور کرنے والی قرآن کی ٹارچ ہمارے پاس ہے اگر ہم نے اس صرف غلافوں میں سجا کر رکھے رکھا تو ظاہر ہے ہم بھی ٹھوکریں کھاتے رہیں گے اور ہمارے ساتھ ساتھ وہ بھی جنہیں یہ ٹارچ ورثے میں ملی ہی نہیں اور اس کی ذمہ داری ہم پر ہو گی۔

ہم میں سے بیشتر کا تصور یہ ہو گیا ہے کہ ہم بحیثیت مسلمان امت کے بخشے ہوئے ہیں ہی نماز روزے کی پابندی اگر ہو گئی تو کیا کہنے مزید درجات بلند ہوں گے۔ اس سے آگے اپنا وقت اپنی توانائیاں اور اپنی ذہانت لگا کر قرآن حکیم پر غور و فکر اور Propagation کو ضرور نہیں سمجھا جاتا ' بلکہ انتہا پسندی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ہماری طرح یہودیوں میں بھی یہ تصور عام ہے ' کہ چونکہ پیغمبروں کی اولاد اور امت میں سے ہیں ' لہٰذا ہمیں جہنم کی آگ چھو ہی سکتی۔ یہ سوچ نہ صرف قرآنی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے ' بلکہ منطقی طور پر بھی صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ کوئی بھی انسان اپنی Choice سے مسلمان ' یہودی ' عیسائی یا ہندو کے گھر پیدا نہیں ہوتا۔ چونکہ پیدائش میں اس کی اپنی Contribution یا Effort نہیں لہٰذا منطقی طور پر محض پیدائش کی بنیاد پر اسے سزا یا انعام نہیں مل سکتا۔

" وہ کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ ہمیں ہرگز چھونے والی نہیں ' ہاں چند دنوں کی سزا اگر مل جائے تو مل جائے۔ ان سے پوچھئے کیا اللہ سے تم نے کوئی عہد لیا ہوا ہے جس کی وہ خلاف ورزی نہیں کر سکتا! بات یہ ہے کہ تم اللہ کے ذمے ڈال کر ایسی باتیں کہہ دیتے ہو جن کے متعلق تمہیں علم نہیں ہے کیونکہ جو بھی بدی کمائے گا اور اپنی خطار کاری میں پڑا رہے گا وہ جہنمی ہے اور جہنم میں ہمیشہ رہے گا۔ " سورہ ۲ (البقرہ) آیات ۸۱ ۔ ۸۰

چنانچہ اس فرمان الٰہی سے واضح ہو جاتا ہے کہ کوئی بھی انسان پیدائشی طور پر بخشا ہوا نہیں ہے یہ تصور قرآن مجید نے کثرت سے Discuss کیا ہے اور اس موضوع پر آیات قرآن حکیم میں بار بار آئی ہیں۔ اس کے علاوہ خالی عقیدے یا صرف کلمہ پڑھ لینے کی بنیاد پر بخشے جانے کی نفی بھی اللہ تعالیٰ نے بارہا قرآن میں کی ہے۔ مثلاً

" اے لوگو جو ایمان لائے ہو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل عیاں کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ " سورۃ (تحریم) آیت ٦

غور کیجئے! خطاب ایمان والوں سے ہو رہا ہے یعنی وہ لوگ جو کلمہ پڑھ چکے ہیں کہ وہ اپنی آپ کو آگ سے بچائیں۔ پس صرف کلمہ پڑھ لینے سے آگ سے چھٹکارہ نہیں ہو سکتا۔ قرآن میں ایک اور جگہ اللہ ہمیں خبردار کر رہا ہے۔

" اے لوگو جو ایمان لائے ہو ' میں بتاؤں تمہیں ایسی تجارت یا ایسا سودا جو تمہیں ایک درد ناک عذاب سے نجات دلا دے۔ وہ یہ ہے کہ ایمان لاؤ اللہ پر ' اور اس کے رسول پر اور جدوجہد (Struggle) کرو اللہ کی راہ میں اپنی جانوں کے ساتھ اور مالوں کے ساتھ۔ " سورہ ٦١ (صرف) آیات ١١ ۔ ١٠

دوبارہ غور کیجئے! کہ خطاب پھر ایمان لانے والوں سے ہو رہا ہے اور انہیں Warning دی جا رہی ہے کہ وہ درد ناک عذاب سے صرف اسی صورت میں بچ سکتے ہیں ' جبکہ وہ اللہ کی راہ میں

اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جدوجہد (Struggle) کریں۔

سورۃ نازعات میں اللہ تعالیٰ نے نجات کے مسئلے کو بالکل واضح کر دیا ہے ' فرماتے ہیں۔

" جس شخص نے بھی اللہ تعالیٰ سے سرکشی اختیار کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تو ایسے شخص کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور جو شخص بھی اپنے رب کے سامنے پیش ہونے سے ڈرا اور اسی خوف سے اس نے اپنے نفس کو خواہشات سے روکا تو اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔ "

سورہ ۷۹ (نازیات) آیت ۴۱ ۔ ۳۷

ایمان کوئی لیبل یا ٹائیل نہیں بلکہ ہر شخص کی State of mind ہے۔ لہٰذا خالی لیبل لگا لینے سے یا زبانی دعوؤں سے ہمارا اطمینان تو شائد ہو جائے ' مگر سب بیکار ہو گا اگر ہماری State of mind تبدیل نہیں ہوتی یعنی ہمارا ذہن واقعتاً" اللہ تعالیٰ کی مرضی کے سامنے Submit نہیں کرتا اور ہماری ترجیحات یعنی Priorities تبدیل نہیں ہوتیں۔

سورۃ العصر میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں واضح طور پر خبردار کر دیا ہے کہ اگر ہم اس کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور عذاب سے بچنا چاہتے ہیں تو کم از کم یہ Standerd یا معیار اپنانا ہو گا۔

" زمانے کی قسم ہے سب انسان گھاٹے یا خسارے میں ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائے اور پھر نیک اعمال کئے اور پھر انہوں نے دین حق کو Propagate کیا یعنی اس کی تبلیغ کی اسے دوسروں تک پہنچایا اور پھر جو اس راہ میں مصیبتیں آئیں تو اس پر خود بھی صبر کیا اور دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کی۔ " سورۃ ۱۰۳ (العصر) آیت ۳ ۔ ۱

اب ظاہر ہے انسان خود کیا عمل کرے گا اگر اسے پتہ نہیں کہ کیا کرنا ہے اور پھر دوسروں تک کیا پہنچائے گا اگر وہ خود ہی نہ سمجھا اور سنی سنائی باتوں پر ہی ٹکا رہا۔ یہ ہے کم سے کم معیار اللہ تعالیٰ کے نزدیک خسارے یعنی عذاب سے بچنے کا۔ ہمیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی ذاتی غرض نہیں بلکہ یہ ہم انسانوں کے فائدے ہی کے لئے ہیں کیونکہ اس کے بغیر تمام نوع انسانی میں انصاف ممکن ہی نہیں۔ اگر ہم ان شرطوں کو سخت بھی سمجھتے ہیں (جو

کہ ہرگز نہیں ہیں) تب بھی نہ تو ہمارے پاس کوئی Choice ہے اور نہ ہی اس دنیاوی زندگی کے بعد کوئی دوسرا Chance وہ رحیم و کریم ہے اسی لئے اس نے ہمارے لئے اس زندگی میں ہر وقت توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ اگر ہم نے یہ موقع گنوا دیا تو پھر کوئی بھی ہماری مدد نہ کر سکے گا۔

(ا) " اور ڈرو اس دن سے جب کوئی شخص کسی شخص کے ذرا کام نہ آئے گا نہ کسی کی سفارش قبول ہو گی نہ کسی سے فدیہ لیا جائے گا اور نہ (اور کسی طرح) ان کی مدد ہو سکے گی ! " سورۃ ۲ (البقرہ) آیت ۴۸

(۲) " اپنے رب کی پکار پر لبیک کہو اس سے پہلے کہ اللہ کی طرف سے وہ عذاب آپہنچے جو ٹل نہ سکے۔ اس دن تمہارے بچاؤ کی کوئی جگہ نہ ہو گی اور نہ ہی تمہیں اپنے گناہوں سے انکار کی کوئی گنجائش ہو گی۔ " سورہ ۴۲ (شوریٰ) آیت ۴۷

ایک خطرناک تصور جس میں خود انسان کا نفس یعنی خواہشات اسے مبتلا رکھتی ہیں وہ اللہ کی رحمت پر بھروسہ کر کے نافرمانی اور گناہ کئے جاتا ہے۔ ویسے تو وہ جسے چاہے معاف کر سکتا ہے مگر اس کی یہ Absoulte Authority ایسے ہی استعمال نہیں ہوتی بلکہ عدل و انصاف کی بنیاد پر استعمال ہوتی ہے۔ جہاں وہ رحیم و کریم ہے وہاں عادل تو بھی تو ہے۔ بدلہ دینے والا بھی تو ہے منصف بھی تو ہے لہٰذا انصاف کرنا اس نے خود ہی اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ چنانچہ اس بات کو واضح کرنے کے لئے سورۃ القلم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"کیا ہم اپنے فرمانبرداروں کو مجرموں کے برابر کر دیں گے ؟ کیا ہو گیا ہے تم کو ؟ یہ تم کس قسم کا انصاف کر رہے ہو ؟ سورۃ (القلم) آیت ۳۶ ۔ ۳۵

اور اپنے اصول و ضوابط اس نے پوشیدہ نہیں رکھے بلکہ ایک ضخیم کتاب میں کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں۔ اگر اب بھی ہم غلط امیدیں وابستہ رکھیں تو نقصان ہمارا اپنا ہی ہو گا کسی اور کا نہیں۔

" اور انسانوں ! یقینی طور پر اللہ کا وعدہ سچا ہے ' سو کہیں تمہیں یہ دنیاوی

زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے۔ " سورہ ۳۵ (فاطر) آیت ۵

" یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے! اور اللہ سے سچا بھلا کون ہو سکتا ہے ؟ " سورۃ ۴ (النساء) آیت ۱۲۲

" بے شک اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے لاعلم ہیں۔ "

سورہ ۳۰ (روم) آیت ۶

" اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرتے رہو اور تم میں سے ہر شخص یہ سوچے کہ اس نے کل (آخرت) کے لئے کیا بھیج رکھا ہے۔ " سورہ ۵۹ (حشر) آیت ۱۸

اللہ کی رحمت پر بھروسہ کر کے نافرمانی کئے جانے کی اہمیت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنی کہ اس نے پوری ایک سورت اس تصور کی نفی کے لئے اتاری ہے جو سورہ الانفطار ہے ' تاکہ انسان اپنے آپ کو تسلیاں ہی نہ دیتا رہ جائے اور خود کو دھوکے میں مبتلا رکھے۔ اگر اس نے نافرمانی ہی کرتے رہنا ہے تو پوری طرح سوچ سمجھ کر کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا انجام پہلے ہی اسے بتا دیا ہے۔

سورۃ تکاثر میں اللہ تعالیٰ نے ان انسانوں کو تنبیہہ کی ہے جنہوں نے ساری زندگی اس جدوجہد میں گذار دی کہ وہ دولت اور بینک بیلنس کے اعتبار سے دوسروں سے آگے نکل جائیں ' معیار زندگی کی دوڑ میں وہ سب کو پیچھے چھوڑ دیں اور اسی چکر میں ان کی ساری زندگی گزر گئی ' وہ کبھی سوچ نہ سکے کہ اس زندگی سے آگے ایک یقینی مرحلہ سزا اور انعام کا آئے گا جب پوچھا جائے گا کہ اللہ نے جو قوتیں ' صلاحیتیں ' نعمتیں ' ذہانت اور وقت اسے دیا تھا ' اس کا کتنا حصہ اپنے بخشنے والے کی خوشنودی کے لئے صرف کیا اور کتنا اس سے اور اس کے پیغام سے لاپرواہ ہو کر صرف اور صرف اپنے نفس کی خواہشات پوری کرنے کے لئے۔

" اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تابعداری کرو اس کی جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہ کہتے ہیں ہرگز نہیں! ہم تو وہ کریں گے جو ہم نے اپنے باپ دادا کو کرتے دیکھا ہے۔ چاہے خود ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں اور نہ ہی ہدایت پر ہوں۔ "

سورہ ۲ (بقرہ) آیت ۱۷۰

چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہماری اس زندگی کو آزمائش اور امتحان بنایا ہے لہٰذا وہ زبردستی انسانوں

کو صحیح راستے کی طرف نہیں موڑتا ورنہ امتحان اور آزمائش کا تصور ہی ختم ہو جائے۔ پیغام اور پیغامبر کی ضرور ہی نہ رہے ' زندگی اور موت کا چکر یعنی نہ صرف یہ Life Cycle معنی ہو جائے بلکہ پوری کائنات یعنی Uinverse کی تخلیق ہی بے مقصد ہو جائے۔

لہٰذا سورۃ دہریا سورۃ الانسان میں فرمایا۔

" ہم نے انسان کو راہ دکھا دی ہے۔ اب اس کا جی چاہے تو شکر گزاری کی روش اختیار کرے اور جی چاہے تو نافرمانی کی یا ناقدری کی روش اختیار کرے۔ سورہ ۷۶ (دہر) آیت ۳

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادے اور انتخاب کی آزادی دے رکھی ہے۔ خیر و شر کی پہچان کی صلاحیت ہمارے اندر رکھ دی ہے۔ اب ہم اس صلاحیت سے کام نہ لیں اور اسے ضائع کر کے اندھے اور بہرے بن جائیں تو اللہ ہمیں زبردستی ہدایت کی طرف نہیں لائے گا ورنہ سزا و جزا کا تصور ہی بے معنی ہو جائے گا۔

ایک مزید غلط خیال جس میں ہمارا نفس ہمیں مبتلا رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں دولت دی ہے ' جاہ و جلال دیا ہے ' اقتدار بخشا ہے لہٰذا اللہ کی نظر کرم ہم پر ہے یعنی وہ ہم سے خوش ہے ' تو اگر یہاں ہم سے خوش ہے تو آخرت میں خواہ مخواہ ناراض کیوں ہو جائے گا۔ لہٰذا ہمیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ' فکر وہ کریں جن پر اللہ نے اپنی نظر کرم نہ کی ہو۔ اس تصور کی نفی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

" اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ سارے لوگ ایک ہی طریقے کے ہو جائیں گے تو ہم خدائے رحمٰن سے کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتیں اور ان کی سیڑھیاں جن سے وہ اپنے بالا خانوں پر چڑھتے ہیں اور ان کے دروازے اور ان کے تخت جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں ' سب چاندی اور سونے کا بنوا دیتے۔ یہ تو محض اس حیات دنیا کی برتنے کی چیزیں ہیں۔ وقعت والی چیز تو تیرے رب کے نزدیک آخرت ہے جو صرف متقین یعنی ڈرنے والوں کے لئے ہے۔" (سورہ ۴۳ (زخرف) آیات ۳۵ ۔ ۳۳

اس کے علاوہ سورہ مدثر میں فرمایا کہ وہ ان لوگوں کو آخرت میں بڑی شدید چڑھائی چڑھائے

گا کیونکہ وہ اس کی دی ہوئی نعمتوں کی آڑ لے کر آخرت کی سزا اور جزا کو جھٹلایا کرتے تھے حالانکہ یہ دنیا تو اس نے بنائی ہی آزمائش کے لئے ہے یہاں کسی کو وہ دے کر آزماتا ہے اور کسی کو نہ دے کر' دنیا کا اقتدار جاہ و جلال اور مال و دولت کی اس کے نزدیک ایک ذرے کے برابر بھی اہمیت نہیں مگر ہم نے اسے بڑائی اور کامیابی کا معیار بنا رکھا ہے۔ کامیاب تو اصل میں وہ ہے جو آخرت میں کامیاب قرار دیا گیا۔

"وہی ہے جس نے زندگی اور موت کا سلسلہ تخلیق کیا تاکہ وہ جانچے کہ تم میں سے عمل کے اعتبار سے کون ہیں۔ سورہ ۶۷ (الملک) آیت ۲

لہٰذا سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۱۹ - ۱۸ میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو خبردار کر دیا ہے۔

"جو انسان اس دنیا کے طلب گار رہیں گے تب بھی ان انسانوں میں سے جسے چاہیں گے اور جتنا چاہیں گے ہم دیں گے مگر پھر آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہو گا' وہاں وہ مذمت زدہ ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔ اس کے برعکس جو انسان آخرت کے طلبگار رہیں گے اور پھر اس کے لئے محنت بھی اس کے شایان شان دلی یقین کے ساتھ کریں گے تو وہ ہیں جن کی کوشش قبول ہو گی۔ سورہ ۱۷ (بنی اسرائیل) آیات ۱۹ - ۱۸

سو اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر دونوں راستے ہمیں سمجھا اور بجھا دئے ہیں۔ چاہے تو ہم قرآن حکیم کو اپنا گائیڈ بنا کر اس دنیا کو اپنا گھر نہیں بلکہ Place of duty سمجھ کر زندگی بسر کریں یا قرآن حکیم سے لاپرواہی اور کنی کترانے کی روش اپنائے رکھیں۔ سنی سنائی باتوں اور غلط تصورات میں گم ہو کر اپنے آپ کو دھوکہ دئے رکھیں حتیٰ کہ آخری لمحہ آپہنچے۔

"کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد سے گڑگڑائیں اور وہ اس کے نازل کردہ حق یعنی قرآن کے سامنے جھک جائیں۔ اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں پہلے کتاب دی گئی تھی پھر ایک لمبی مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور آج ان میں سے اکثر فاسق بنے ہوئے ہیں۔"

سورۃ ۵۷ (الحدید) آیت ۱۶